

سلطان العلماء

مقاصی عزالدین ابن عبدالسلام

آپ کا نام عبدالعزیز ہے، سلسلہ نسب یہ ہے۔ عبدالعزیز ابن عبدالسلام ابن ابی القاسم ابن حسن ابن محمد ابن مہذب سلمی۔ آپ اپنے زمانے کے ان علماء اعلام میں سے ہیں جن کو تمام علماء عصر نے امام علماء تسلیم کر لیا ہے۔ آپ کے زمانہ میں آپ کا کوئی مثل نہ تھا۔ علم وزہد، تقویٰ و طہارت میں آپ مسلم کل تھے۔ اسرار شریعت وغوامض۔ معرفت و حقیقت کے آب حایح و قبح تھے۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر میں آپ اس درجہ پر تھے کہ جسکی نظیر نہیں مل سکتی۔ حتیٰ گوئی آپکی اس درجہ پر حتیٰ کہ کبھی کوئی اس امر سے مانع نہیں آیا۔ دل کی قوت زبان کی فصاحت، قلم کی روانی سب ہی اوصاف چوٹی کے موجود تھے۔ آپ ان تمام فضائل و کمالات۔ اخلاق و ملکات میں اس درجہ پر تھے کہ آپ نے اپنی مثل و نظیر علماء عصر میں دیکھا۔ اور نہ جس کسی نے آپ کو دیکھا یا اس نے آپ کا مثل و مشابہ کوئی عالم دیکھا۔

آپ سلطان العلماء کے لقب سے ملقب تھے لیکن یہ لقب آپ کو کسی شاہی دربار سے نہیں ملا تھا۔ بلکہ برگزیدہ علماء زمانہ نے آپکی شان رفعت و علی کو دیکھ کر یہ خطاب دیا۔ سب سے اول شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے جو علم فقہ و حدیث میں یگانہ آفاق و مجتہد وقت تھے۔ اس خطاب سے آپکو مخاطب کیا ہے۔ اور پھر قاطبہ علماء عصر نے اس کو قبول کیا ہے۔ یہاں تک کہ یہ لقب بمنزلہ علم (نام) کے ہو گیا۔

یہ وہ زمانہ شیوع علم اور کثرت علماء ربانین و عاملین کا تھا کہ ہر حصہ ملک میں ایک سے ایک بڑھ کر عالم ہر فن کے موجود تھے۔ ایسے وقت شیخ عزالدین کو یہ خطاب ملنا اور تسلیم کیا جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔

سلطان العلماء کا ابتدائی زمانہ نہایت افلاس و ننگدستی کا تھا۔ عسرت سے بسر ہوتی تھی، محنت و مزدوری سے گذر اوقات کرتے تھے، اور اسی وجہ سے تحصیل علم کا وقت گزر گیا۔ جوان ہونے تک اسکی طرف توجہ کرنے کی نوبت نہ آئی۔ مگر مہربت الہی اسباب کی پابند نہیں۔ نہ خاندان و دودمان کی۔ خدا جسکو چاہتا ہے، اور جس وقت چاہتا ہے اس کی آن میں جسقدر چاہے عطا فرما دیتا ہے۔ سلطان العلماء کے حالات زندگی جس قدر غفلت و رفعت ہیں، ایسے ہی ابتداء تحصیل کا واقعہ بھی عجیب ہے۔

ایک شب آپ دمشق کی مشہور جامع مسجد میں مقام کلاس کے اندر سوتے تھے۔ آپکو احتلام ہو گیا۔ آنکھ کھلی تو عجب کشمکش میں تھے ایسی حالت میں سوتے رہنا تو گوارا نہ تھا، رات زیادہ باقی تھی، جامع مسجد کے دروازے صبح کو کھلتے تھے۔ گرم پانی سے غسل کرنے کیلئے اس وقت تک کا انتظار بھاری تھا۔ خواب گاہ کے سامنے ایک حوض تھا، فوراً اس تیخ پانی میں کود پڑے۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ دمشق کی سردی ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ آپ نے غسل تو کر لیا۔ مگر سردی کی بے انتہا تکلیف اٹھائی۔ اسی حالت میں دوبارہ آنکھ لگ گئی تو پھر دوبارہ احتلام ہو گیا۔ آنکھ کھلنے پر دوبارہ آپ اسی طرح حوض میں کودے۔ اس مرتبہ شدت سردی سے آپ کو عیش آگیا۔ غرض دوسرے تولیقتینا اور بظن غالب تین مرتبہ ایک ہی شب میں یہ واقعہ پیش آیا۔ شیخ نے حالت جنابت میں تھوڑی دیر بھی رہنا گوارا نہ کیا۔ اور اس طرح مہلک خطرہ میں اپنی جان کو ڈال کر ہر مرتبہ غسل کر لیا۔ اگر کچھ صاحب مال و ثروت ہوتے۔ تو یہ احتمال ہو سکتا۔ کہ ان کپڑوں کی جگہ اُن سے زیادہ گرم لباس پہن لیں گے۔ یہاں تو وہی ایک لباس تھا۔ جس کو ہر مرتبہ غسل کے بعد پہن لیتے تھے، اور سردی کی شدت و صعوبت کو برداشت کرتے ہوئے ذرا غفلت و بیہوشی کی کیفیت پیش آتی تھی۔ تو پھر احتلام کی صورت میں امتحان و ابتلاء وقت آجاتا تھا۔ مگر آپ کی مردانہ ہمت ہر مرتبہ ساتھ دیتی رہی۔

خداوند عالم کو ان کی یہ ادا، یہ مستعدی و چستی۔ اور اس قدر احتیاط کہ باوجود جواز و اباحت کے جنابت کی حالت میں رہنا گوارا نہ کیا۔ پسند آگئی۔ آخر مرتبہ غسل کرنے کے بعد لیٹے تو غیب سے ایک آواز آئی۔ ابن عبدالسلام تم علم چاہتے ہو یا عمل۔ آپ نے اس کے جواب میں عرض کیا، علم چاہتا ہوں۔ کیونکہ علم ہی عمل کی طرف راہی ہوتا ہے۔ عمل بغیر علم کے ناقص و نامتام بلکہ بیچ ہے۔ آپ نے اس جواب میں دونوں باتوں علم و عمل کا سوال کیا۔ مگر یوں نہ کہا کہ دونوں چاہتا ہوں۔ اس میں آپ نے مذاہب کے ادب کو ملحوظ رکھا۔ اس میں یہ تھا، علم چاہتے ہو یا عمل۔ گویا دونوں باتوں میں سے ایک بات چاہو۔

اور اس طرح نذر غیبی میں بھی اُن کے فہم و سلامت طبع کی آزمائش تھی۔ آپ عرض کر سکتے تھے، دونوں کو چاہتا ہوں، مگر نہیں، آپ نے نذر غیبی کے طرز کو ملحوظ رکھ کر ایک خواہش کا اظہار اس طرح کیا، کہ اس میں دونوں چیزیں آگئیں۔ اس نئے کہ سلب آپ کا یہ تھا کہ مقصود عمل ہے۔ اور عمل بغیر علم کے ناقص و ناتمام ہے۔ اس لئے ایسا علم چاہتا ہوں جو عمل تک پہنچائے، وہ علم نہیں چاہتا جو نافع نہ ہو۔ آپ کی یہ عرض قبول ہوتی، صبح کو اٹھے تو دل میں تحصیل علم کا مشق موجزن تھا۔ اٹھتے ہی کتاب تنبیہ مصنفہ شیخ ابی اسحاق شیرازی کو ماتھ میں لیا۔ یہ کتاب تنبیہ شافعی جماعت میں ایسی ہی مشہور و سندا دل ہے، جیسے قدوسی حنفیوں کے یہاں بھٹوڑی سی مدت میں اس کو یاد کر لیا۔ اور پھر طلب علم کی طرف توجہ تام کی جب کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے زمانہ کے علماء میں سب سے بڑے شمار ہونے لگے اسی طرح ان کا یہ علم عمل کی طرف رہبر و ہادی بن گیا۔ اور عبادت میں بھی سب سے خالق سمجھے جانے لگے۔ آپ نے تمام علوم کو اپنے وقت کے اکابر و مشاہیر سے حاصل کیا۔ علم فقہ تو فخر الدین ابن عساکر سے اصول سیف الدین آمدی سے۔ علم حدیث کو اس وقت کے مشاہیر حفاظ حدیث سے مثل حافظ ابی محمد ابن حافظ ابی القاسم ابن عساکر شیخ الشیوخ عبد اللطیف ابن اسمعیل وغیرہم ہے۔ جس طرح آپ نے بڑے بڑے اساتذہ فن سے تحصیل علم کی، اسی طرح آپ کے شاگرد بھی بڑے پایہ کے علماء ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے شیوخ و محدثین نے آپ سے حدیث کی روایت کی ہے۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست میں شیخ ابن دقین العید۔ حافظ دمیاطی وغیرہ اکابر علماء داخل ہیں۔

آپ کی تحصیل علم کی ابتدا جس شان سے ہوئی۔ جس جدوجہد اور پابندی اوصاف و اطوار سلف کے ساتھ علوم کی تحصیل کی۔ جیسے جیسے اکابر فن و اساتذہ و مشائخ کے سامنے زانو ادب نہ کر کے تمغہ لیاقت حاصل کیا۔ ان سب کا اقتضاء یہ ہی تھا کہ زمانہ طالب علمی سے ہی مقبولیت عامہ کے آثار ظاہر ہوتے گئے۔ تحصیل علوم کے بعد آپ دمشق ہی میں مقیم رہے۔ اور وہاں زاویہ غزالیہ (یہ زاویہ امام غزالی کی طرف منسوب ہے جس میں امام غزالیؒ نے قیام فرمایا تھا) اور دوسری درسگاہوں میں سلسلہ درس جاری کر دیا اس کے ساتھ ہی جامع اموی (مشہور جامع مسجد دمشق) کی امامت و خطابت کا جلیل القدر منصب سلطان وقت کی طرف سے آپ کو سپرد ہوا۔ جن کی خدمات کو آپ نے اسی انداز سے سرانجام دیا جو ایک ربانی عالم متبع سنت قاصد بدعات کے شایان شان تھا۔ ائمہ خطباء نے جن بدعات کا رواج دے دیا تھا، اُن سب کو مٹایا۔ مثلاً ائمہ خطباء نے ایک بدعت یہ بھی جاری کر دی تھی کہ جب ممبر پر ہاتھ پڑے تو تلوار سے ممبر کو کٹتے تھے۔ گویا اپنے ممبر پر پہنچنے کا اعلان کرتے تھے۔ یہ محض

ایک بدعت اور رسم تھی۔ مگر اسکی ابتداء جس کسی نے جس نیت سے کی ہو۔ اب یہ فعل خطبہ کے افعال میں شمار ہونے لگا تھا۔ ہر ایک امام و خطیب ایسا کرتا تھا۔ جو نہ کرے اس پر بری نظریں اٹھتی تھیں۔ سلطان العلماء کا سکہ بیڑ گیا تھا۔ اُن کی عظمت و شہرت مقبولیت سب کچھ تلو ب میں راسخ ہو چکی تھی۔ آپ نے ایسے وقت امامت و خطابت جامع اموی کو سنبھالا تھا۔ جبکہ آپ سے زیادہ اس منصب کے لئے کوئی مستحق و لائق نہ تھا۔ اس لئے آپ کو اپنے رسوخ مقبولیت استقامت و تصلب فی الدین اور سمیت خدا واد کی وجہ سے یہ موقع ملا کہ آپ نے بدعات کا جو ائمہ و خطباء کی بدولت رواج پذیر ہو گئی تھیں، قلع قمع کر دیا۔

اس کے ساتھ اور بدعات کو بھی جنکا رواج دمشق وغیرہ میں ہو گیا تھا، اٹھانا شروع کر دیا۔ مثل مملوۃ رغائب کے جسکا رواج وہاں بہت تھا، جو نصف شعبان کی شب میں ادا کی جاتی تھی وعلیٰ ہذا۔ آپ برابر دمشق ہی میں مقیم رہے۔ لیکن وہاں کے حاکم الصالح اسمعیل معروف باب الخیش نے اپنی کسی علی ضرورت سے نصاریٰ فرنگ سے فوجی امداد لی تھی۔ ادا اُس کے معاوضہ میں مسلمانوں کے تاریخی مقام صیدا اور سقیف اُن کے حوالہ کر دئے تو آپ کو یہ امر سخت ناگوار گذرا۔ کیونکہ آپ کو معلوم تھا، کہ نصاریٰ سے امداد لینا کسی دینی مصلحت پر مبنی نہ تھا بلکہ اُن کو ساتھ لیکر اپنی ولایت و حکومت کی حفاظت کے لئے مسلمان سلاطین سے مقابلہ کرنا، اور اپنی سلطنت کو مستقل بنانا تھا۔

سلطان العلماء جیسے متصلب فی الدین کی حمیت دینی اسکو کب گوارا کر سکتی تھی۔ آپ نے اسی وقت اپنی ناراضی اور اس فعل سے ناتوازی کا اظہار فرمانے کے ساتھ ہی خطبہ میں والی دمشق کے لئے دعا کرنا چھوڑ دیا۔ علامہ ابو عمر ابن الحاجب مالکی مصنف متن مشہور کافہ نے بھی اس انکار و تشدد میں ان کا ساتھ دیا۔ سلطان دمشق کو اسکی اطلاع ہوئی تو اس پر غیظ و غضب طاری ہوا۔ یہ دونوں حضرات دمشق کو خیر باد کہہ کر مصر کی جانب روانہ ہو گئے۔

آپ کی شہرت و عظمت تو تمام بلاد اسلامیہ میں پھیلی ہوئی تھی، راستہ میں مقام کرک پر گزر ہوا، تو وہاں کے نواب و حاکم نے شان و شوکت سے استقبال کر کے یہ درخواست کی کہ آپ اسی جگہ قیام فرمائیں۔ آپ نے فرمایا یہ شہر چھوٹا ہے، جو کام مجھ کو اپنے علم سے لینے ہیں وہ یہاں نہیں ہو سکتے۔ یہاں سے روانہ ہو کر۔ آپ قاہرہ دار السلطنت ملک مصر پہنچے۔ اسوقت مصر کا سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس کا برادر زادہ ملک صالح نجم الدین ایوب تھا۔

سلطان صلاح الدین اور ان کے بھائی ملک کامل (جسکا بیٹا ملک صالح تھا) میں جو مادہ دینداری

قدر دانی اہل علم۔ حمایتِ دین۔ ترویجِ سنت و امانت بدعتِ موجد تھا۔ وہ ان کی اولاد میں بھی کم نہیں باقی تھا۔ ان کا ملک ہوشام و مصر کے تمام حدود کو شامل تھا، اب ٹکڑے ٹکڑے ہو کر چھوٹے چھوٹے حصوں میں منقسم ہو گیا تھا۔ ہر حصہ پر انہیں میں کا ایک فرد حکمران تھا جو وہاں کا سلطان ہوتا تھا۔ چنانچہ دمشق و کرک وغیرہ سب اسی طرح تھے۔ مگر مصر میں جو سلطان رہتا تھا۔ اس کا رتبہ و درجہ ان سلطانین الیہ میں بڑا سمجھا جاتا تھا۔ اس کی قوت و شوکت بھی زیادہ مافی جاتی تھی۔ کیونکہ ملک مصر مقابلہ دوسرے ممالک کے وسیع مردم خیز، درریز اور کثیر آبادی پر مشتمل تھا۔ اور ایک زمانہ تک خلفاءِ عالمین کے زیرِ نگین رہنے سے اس کی عظمت و وسعت میں بہت کچھ ترقی ہو چکی تھی۔

سلطان العلماء نے اپنے قیام کو اسی لئے ملک مصر میں پسند فرمایا کہ وہاں رہ کر دینی خدمات وسیع پیمانہ پر انجام دے سکیں گے۔ اور اگر وہاں کے سلطان نے آپ کے ساتھ اچھا معاملہ کیا تو شوکتِ اسلام میں اس طرح بہت ترقی حاصل ہوگی۔

سلطان مصر کو آپ کی آمد آمد کی اطلاع پہنچی تو نہایت اکرام سے آپ کو بلاحتوں مانگ لیا۔ اور فوراً جامع عمر دین العاص (مصر کی قدیم اور مشہور جامع مسجد جسکو حضرت عمرو ابن العاصؓ مشہور صحابی فاتح مصر نے تعمیر کیا تھا) کی خطابت آپ کے سپرد کی۔ اور ساتھ ہی قاہرہ کا منصب قضا اور اس کی ایک سمت وجہ قبلی کی قضا بھی آپ کے سپرد کی۔ زمانہ دراز تک منصب قضا کی خدمات باحسن و جود آپ نے انجام دیں اور اس وقت آپ کو اظہارِ حق و اعزازِ دین و تہذیب مذہبی کے پورے پورے مواقع ملے۔

اسی زمانہ میں ملک صالح سلطان مصر کے ایک بیٹے کے وزیر نے (جسکو اس زمانہ میں دستاؤدار کا لقب دیا جاتا تھا جو گویا بمنزلہ نائب السلطنت کے ہوتا تھا جس کا نام فخر الدین ابن شیخ الشیوخ تھا اور اس شخص کو علاوہ اپنے منصبی فرائض کے سلطان کے مزاج میں اس قدر دخل تھا کہ تمام امور سلطنت اسی کے سپرد تھے) یہ کارروائی کی کہ ایک مسجد کی چھت پر نوبت خانہ بنا دیا، جہاں معینہ اوقات میں نوبت بھی شروع ہو گئی۔

سلطان العلماء کو اس کی اطلاع ہوئی تو اپنے اختیارات منصب قضا کا نہایت عسائی و قوت سے استعمال فرمایا۔ کچھ پرواہ سلطان یا نائب السلطنت کے لال یا غضب کی نہ کی۔ اور نوبت خانہ کو فوراً منہدم کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی دوسرا حکم آپ نے یہ نافذ فرمایا کہ دستاؤدار فخر الدین جو کہ اس فعلِ شیخ ناجائز و حرام کے درجہ نشی کو پہنچ کر مردودِ الشہادۃ ہو گئے۔ ان کی شہادت کسی معاملہ میں کسی قاضی کے یہاں قبول نہ کی جاوے۔

ان احکام کا اثر سلطان وقت پر تو کچھ نہ ہوا۔ آپ کی عظمت اُس کے دل میں وہی رہی مگر سلطان العلماء نے یہ خیال کر کے کہ جب سلطان اور نائب سلطان کے یہ سرکاست ہیں تو میں کہاں تک اُن کے احکام کو توڑوں گا، سکوت کر دیں تو ملامت ہے۔ خود منصب قضا سے مستعفی ہو گئے، سلطان اور نائب سلطان نے بھی اسکو غنیمت سمجھا اور زیادہ اصرار دربارہ قبول منصب قضا ان پر نہ کیا۔

فخر الدین نائب السلطنت یہ سمجھے کہ سلطان العلماء کا مجھ کو مردود الشہادت بنادینا کیا اثر رکھتا ہے۔ یہ ایک حکم تھا جو اُن کے قلم سے نکلا اور انہیں کے بستہ میں بندھا رہا۔ عدالتہائے مصر کا کونسا قاضی و حاکم ایسا ہے جو میری شہادت کو قبول نہ کرے گا۔ مگر اس کا یہ خیال غلط تھا۔ فرض کر لو کہ مصر کی عدالتیں بوجہ رعب و قوت نائب السلطنت اس حکم کی تعمیل سے مقصر رہیں۔ لیکن سلطان العلماء کے احکام اُس عام اثر کو جو ملک مصر سے متجاوز ہو کر شام و عراق وغیرہ ممالک اسلامیہ میں پھیلا ہوا تھا۔ کیونکہ مٹا سکتا تھا۔ یہ خبر کہ نائب السلطنت مصر کو سلطان العلماء نے مردود الشہادت قرار دیا ہے، بغداد تک بھی پہنچ گئی خلیفۃ المسلمین نے بھی اس کو سنا۔ اور جس طرح عام مسلمانوں نے دل سے اُس کو قبول کیا تھا خلیفہ نے بھی قبول کیا۔

یہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ سلطان مصر ملک عالم نے اپنے ایک سفیر کو کچھ پیام دیکر خلیفہ کی خدمت میں بھیجا۔ سفیر حسب ایوان خلافت میں خلیفہ کے سامنے پیام سلطانی پہنچا چکا تو خلیفہ نے سوال کیا کہ تم جو کچھ پیام لائے ہو سلطان نے خود تمہارے سامنے بیان کیا۔ یا تمہارے اور سلطان کے درمیان کوئی ذریعہ اور واسطہ ہے۔ اس نے عرض کیا کہ نہیں، سلطان سے تو میں نے نہیں سنا، نہ سلطان نے میرے سامنے کچھ بیان کیا، مجھ کو تو سلطان کی طرف سے نائب السلطنت فخر الدین نے یہ پیام دیا ہے خلیفہ نے فرمایا یہ فخر الدین وہی شخص ہے جس کا نام سلطان العلماء نے دفتر شہود سے کاٹ کر مردود الشہادت کر دیا ہے۔ ہم اسکی روایت قبول نہیں کر سکتے۔ سفیر یسین کر واپس ہوئے۔ سلطان سے سارا ماجرا عرض کیا۔ سلطان نے اپنا پیام اپنی زبان سے ادا کیا۔ سفیر نے دوبارہ خلیفہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور جب خلیفہ نے اسکو قبول کیا۔ اس واقعہ سے سلطان العلماء کی نہایت دینداری و حق گوئی، عظمت، شہرت و وسعت اثر کا حال معلوم ہوتا ہے۔

ۛۛۛ

ارشاد شیخ الحدیث مولانا عبد الحق رحمہ اللہ

بلند پایہ حکمت و عظمت سے لبریزہ مواظط کا مجموعہ

آئسٹ طباعت، دوسو سے زائد صفحات، قیمت تین روپے

© rasailojaraid.com نو شہرہ صدر

دعوات حق

جلد اولے